Journal of Religion & Society (JR&S)
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Islamic State of Madinah was a Practical Manifestation of Justice, Equality, and Brotherhood

اسلامی ریاستِ مدینہ: عدل، مساوات اور اخوت کا عملی مظہر

Dr. Peree Gul Tareen
Lecturer Islamic Studies Department, Sardar Bahadur Khan Womens Univerity Quetta Balochistan.
pareegul563@gmail.com
Ms. Summaya Raza
Lecturer Islamic Studies Department, Sardar Bahadur Khan Womens Univerity Quetta Balochistan.
sumayaraza1980@gmail.com

Abstract
The Islamic State of Madinah, established by the Prophet Muhammad (PBUH), serves as a timeless model of governance rooted in justice, equality, and brotherhood. This state laid the foundation for a pluralistic and inclusive society where individual rights and communal harmony were safeguarded through divine principles. Justice was upheld irrespective of race, religion, or social status, and economic fairness was ensured through systems like Zakat and prohibition of exploitation. Equality was not merely a concept but a lived reality, as seen in the treatment of citizens and minorities. Brotherhood transcended tribal boundaries, creating a unified community (Ummah) based on mutual respect and shared faith. This model continues to inspire modern governance systems that seek to balance moral values with administrative excellence.

Keywords: *Islamic State of Madinah, Justice, Equality, Brotherhood, Prophet Muhammad (PBUH), Governance, Ummah, Pluralism, Social Harmony.*

یثرب (مدینہ) کا پرانا نام:

تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ "یثرب" دراصل حضرت نوحؑ کی نسل میں سے ایک آدمی کا نام تھا جس نے اس شہر کی بنیاد رکھی تھی۔ اس کے نام پر اس شہر کا نام بھی یثرب پڑ گیا۔ مولانا صفی الرحمن صاحب لکھتے ہیں :

یثرب اس شہر کا اولین نام ہے۔ یہ نام اس شخص کے نام پر پڑا جس نے اس شہر کی بنیاد رکھی تھی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کا یہ نام تبدیل فرما کر "المدینہ" رکھ دیا۔ ممکن ہے کہ اس تبدیلی کی وجہ یہ ہو کہ لغت میں "یثرب" کا معنی ملامت و خرابی کے ہے۔" 1

i۔ **جغرافیہ مدینہ منورہ:** مدینہ منورہ کو قدیم زمانے میں یثرب کہا جاتا تھا، جو اس کے قدیم ہونے کی نشاندہی کرتا ہے۔ اسلام سے پہلے مدینے کی تاریخ زیادہ تر گمنام اور منتشر ہے، البتہ جوں جوں اسلام کے اولین دور کا مطالعہ کرتے ہیں، اس شہر کے خدوخال بھی نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ مدینہ منورہ سرسبز و شاداب خطۂ زمین پر واقع ایک نخلستان ہے جہاں پانی کی فروانی ہے اور جسے چاروں طرف سے سیاہ آتشیں چٹانوں نے گھیر رکھا ہے۔ ان آتشیں چٹانوں میں دو چٹانیں بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک حرہ واقم جو شہر کی مشرقی سمت میں واقع ہے اور دوسری حرہ برہ جو مغرب کی جانب ہے۔ حرہ واقم زیادہ شاداب اور حرہ برہ کے مقابلے میں زیادہ گنجان ہے، جب کہ شہر کے شمال میں احد پہاڑ اور جنوب مغرب میں عسیر نامی پہاڑ واقع ہے۔ اور مدینہ میں چوبیس سے زیادہ پانی کے چشمے ہیں جن میں اہم ترین عین الزرقاء ہے۔ مدینہ کا پانی ہلکا، سرد اور شریں ہے۔ شہر کی آب و ہوا سردیوں میں بہت سرد اور گرمیوں میں بہت گرم ہے۔

ii۔ **مدنی وادیاں:** مدینہ میں کئی وادیاں ہیں جن میں سے مشہور ترین بطحان، مذینب، مہزور، قناۃ اور عقیق ہیں۔

1۔ **وادی عقیق:** یہ وادی طائف سے شروع ہو کر مدینہ منورہ سے گزرتی ہے اور حجاز کی طویل ترین وادی ہے۔ اس وادی کے بارے میں ڈاکٹر مولانا محمد الیاس عبد الغنی نے "تاریخ مدینہ منورہ" میں لکھا ہے :

"یہ وادی مقامِ غابہ (خلیل) پہنچ کر وادی بطحان اور وادی قناۃ میں ضم ہو کر ختم ہو جاتی ہے۔ وادی عقیق کے دو میدان ہیں۔ ایک چھوٹا جس میں بئر عثمانؓ اور مدینہ یونیورسٹی ہے دوسرا بڑا میدان جس میں ابیار علی 2، بئر عروہ اور اس کے ارد گرد کا علاقہ ہے۔" 3

2۔ **وادی بطحان:** مدینہ منورہ کی مرکزی وادیوں میں سے ایک ہے۔ یہ قباء کے مشرقی علاقے سے گزر کر مدینہ منورہ کے وسط میں مسجد غمامہ 4 کے قریب پہنچتی ہے۔

3۔ **وادی مذینب:** یہ وادی بطحان کی ایک شاخ ہے جس کے کنارے بنو نضیر (یہودی) آباد تھے۔

4۔ **وادی مہزور:** یہ مدینہ منورہ کی مشرقی جانب سے شروع ہوتی ہے اور مختلف شاخوں میں تقسیم ہو کر عوالی 5 کے قریب اکھٹی ہوتی ہوئی مذنیب میں جاملتی ہے۔

5۔ **وادی قناۃ:** پانی کے بہاؤ کے اعتبار سے مدینہ منورہ کی سب سے بڑی وادی ہے جو طائف سے شروع ہو کر مدینہ کے قریب عاقول 6 تک پہنچتی ہے۔

ان وادیوں کا سلسلہ جنوب سے شمال کی طرف چلا جاتا ہے۔ ان وادیوں میں بہت سے باغات اور کھیت ہیں اور یہ اہلِ مدینہ کی سیر گاہیں ہیں۔ مدینہ منورہ کے مشرقی جانب کھجور، انگور اور انار بکثرت ہوتے ہیں۔ جنوب میں قباء، عوالی اور عقیق کی سیاہ مٹی میں گندم، جو، انار، رنگ برنگ کے پھول اور سبزیاں پیدا ہوتی ہیں۔

دورِ جاہلیت میں مدنی قبائل: یثرب کے ابتدائی باشندوں میں تین بڑے بڑے قبیلے تھے۔

i۔ **عمالیق:** ان کے بارے میں مولانا صفی الرحمن مبارکپوری نے اپنی کتاب "تاریخ مدینہ منورہ" میں لکھا ہے :

"جس شخص کے نام پر اس شہر کا نام "یثرب" پڑا اس کا قبیلہ "عبیل" عمالیق میں سے تھا۔ یہ لوگ "عملیق بن لاوذ بن سام بن نوحؑ" کی نسل سے تھے۔ پہلے وہ بابل کے علاقے میں رہتے تھے۔ پھر جب جزیرہ نماء عرب کے مختلف علاقوں میں بکھر گئے۔ ان میں سے کچھ یثرب کے علاقے میں رہنے لگے ہوئے۔ ان کے جد امجد "عملیق" عربی زبان کے بانی تھے۔" 7

مولانا محمد عبد المعبود عمالقہ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مدینہ منورہ میں بنی اسرائیل سے پہلے قومِ عمالقہ آباد تھی جو بڑی طاقت ور اور سرکش قوم تھی، دور دور تک ان کی بستیاں آباد تھیں۔ چند قبائل بنو ھف، بنو سعد، بنو الازرق اور بنو مطروق مدینہ میں بھی آباد تھے۔ ان ہی میں سے الارقم حجاز کا بادشاہ تھا۔ عمالقہ تیماء سے فدک تک تمام سرسبز و شاداب علاقوں پر قابض تھے مدینہ میں باغبانی اور زراعت ان کا پیشہ تھا۔" 8

ii۔ **اوس و خزرج:** یہ دو قحطانی قبیلے تھے جو یمن سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ ان کے بارے میں مولانا صفی الرحمن مبارک پوری لکھتے ہیں:

"عرب عاربہ یعنی قحطانی عرب کا اصل گہوارہ ملک یمن تھا۔ یہیں ان کے خاندان اور قبیلے مختلف شاخوں میں پھوٹے، پھیلے اور بڑھے۔ قبیلہ اوس مدینہ منورہ کے جنوب مشرق میں اور خزرج وسطی اور شمالی علاقے میں آباد تھے۔ ان میں سے دو قبیلوں نے بڑی شہرت حاصل کی تھی۔ حمیر اور کہلان۔ حمیر جس کی مشہور شاخیں زید الجمہور، قضاعہ اور سکاسک ہیں۔ کہلان جس کی مشہور شاخیں ہمدان، انمار، طی، مذحج، کندہ، لخم، جذام، ازد، اوس، خزرج اور اولادِ جفنہ ہیں۔" 9

مولانا شبلی نعمانی "سیرۃ النبی ﷺ" میں اوس و خزرج کے بارے میں لکھتے ہیں:

"ان دو قبیلے کے لوگوں نے یمن سے شمال کی جانب نقل مکانی کی۔ یہ وہی دور تھا جب قبیلہ خزاعہ نے مکے جا کر وہاں کی سکونت اختیار کر لی۔ یہودی اوس و خزرج کے آنے سے پہلے یثرب میں آکر آباد ہو چکے تھے، اس لیے شہر کے شاداب ترین علاقوں پر ان کا قبضہ تھا اور وہاں کے شریں پانی کے

ذرائع بھی ان کے تصرف میں تھے۔اس لیے اوس و خزرج کو ریگستانی علاقوں میں آباد ہونا پڑا۔"

10

اوس و خزرج نے یمن میں سیاسی عدم استحکام اور معاشی زوال کی وجہ سے نقل مکانی کی۔ قبیلہ اوس نے عوالی کے علاقے بنو قریظہ اور بنو نضیر کے ساتھ سکونت اختیار کی اور قبیلہ خزرج مدینے کے زیریں علاقوں میں بنو قینقاع کی ہمسائیگی میں رہائش پزیر ہوا۔ جس علاقے میں اوس کے لوگ آباد ہوئے، وہ اس سے زیادہ زرخیز تھا۔، جہاں خزرج کو جگہ ملی تھی۔ اس وجہ سے دونوں میں اختلاف شروع ہوا۔

یثرب میں یہودیوں کی بالا دستی تھی صرف معیشت میں تفوق کی وجہ سے یہودی قبائل کا عرب میں غلبہ تھا۔یہودیوں نے اپنے ان حالات کو برقرار رکھنے کے لیے اوس اور خزرج کے باہمی اتحاد کو ختم کرنے کی کوشش کی، اور دونوں میں اختلافات پیدا کرنے شروع کئے، یہود ان دونوں قبیلوں کو لڑاتے رہتے تھے۔ تاکہ وہ ان کا استحصال کرتے رہیں یہاں تک کہ وہ ان دونوں قبائل کے درمیان اختلاف پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئے۔اس کے بارے میں مولانا عبد الغفور لکھتے ہیں:

"جب مدینہ میں اوس و خزرج کی حکومت کا سورج طلوع ہوا اور انہیں ہر لحاظ سے سکون و اطمینان نصیب ہوا، یہود کی کمر ٹوٹ گئی اور ان کی تعداد انتہائی کم ہوگئی۔ جب گردشِ ایام نے پلٹا کھایا تو ذلت ورسوائی، تباہی اور بربادی یہود کا مقدر بن گئی اور عزت وثروت اوس و خزرج کے قدم چومنے لگی۔ ان دونوں خاندانوں نے متعدد قلعے تعمیر کر لیے اور بہت عرصہ تک اتفاق واتحاد سے پر زندگی گزارتے رہے۔ لیکن بعد میں وہ انتشاراور خانہ جنگی کا شکار ہو گئے۔ اپنی تمام تر توانائی اور نامور سردار باہمی جنگ و جدال میں تباہ کر دیئے۔ ان کی سب سے آخری اور انتہائی تباہ کن جنگ "بعاث" کے نام سے مشہور ہے، جس میں دونوں خاندان تباہ وبرباد ہوگئے۔" 11

اوس و خزرج کے درمیان آخری لڑائی جنگِ بعاث تھی جو ہجرت سے پانچ سال قبل ہوئی تھی۔اس جنگ میں اوس نے اپنی فوجی برتری کے سبب خزرج کو شکست دے دی تھی جو اس سے قبل اکثر فاتح قرار پاتے تھے۔اوس کی کامیابی کی بڑی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے بنو نضیر اور بنو قریظہ کے یہودیوں کے ساتھ مل کر خزرج کے خلاف اتحاد کیا تھا، خزرج کو تباہ کرنے کے ساتھ ساتھ اوس کے سر پر یہ خطرہ بھی منڈلا رہا تھا کہ یہودی یثرب پر دوبارہ غلبہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس خطرے کے باعث دونوں قبیلوں نے باہمی اختلافات کو ختم کرنے کی کوششیں شروع کر دی۔ یہاں تک کہ دونوں اس بات پر متفق ہوگئے کہ خزرج کے ایک شخص کو یثرب کا بادشاہ نامزد کر دیا جائے۔ یہ شخص عبد اللہ بن ابی بن سلول تھا۔جو جنگِ بعاث کے بعد اپنے اہلِ خانہ کے ہمراہ غیر

جانب دار رہا تھا۔ یعنی جنگِ بعاث کے بعد بھی عربوں کا اقتدار اور برتری یہودیوں کے اوپر قائم رہی۔ اسلام سے پہلے اگر اوس اور خزرج کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے تھے تو اس کے ساتھ ان کے درمیان امن سے رہنے کا شوق بھی پیدا ہوا تھا۔ اور وہ آپس میں دوست بھی بن گئے تب ان کی یہ دوستی اس وقت مضبوط ہوئی جب اسلام کے لیے اہلِ یثرب نے اپنے سینے کھول دیئے تھے۔ اور ان کا یہ اقدام ان کے درمیان امن اور محبت کا ایک ذریعہ بنا۔

iii۔یہود: یثرب میں یہود کے ۲۰ سے زیادہ قبیلے تھے۔ جب مسلمانوں نے یثرب کی طرف ہجرت کی تو وہاں کئی یہودی قبائل آباد تھے۔ یہودیوں کے آمد کے بارے میں اکرم ضیاء العمری لکھتے ہیں :

> "مدینہ منورہ بالعموم حجاز میں آباد یہودیوں کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں کہ انہوں نے کب اور کہاں سے نقل مکانی کر کے اس خطے میں سکونت اختیار کی۔ بعض کے نزدیک یہودیوں نے پہلی اور دوسری صدی عیسوی میں شام سے نقل مکانی کی۔ یہ اس زمانے کے بعد کی بات ہے جب رومیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے دور سے ایک صدی قبل شام اور مصر پر اور دوسری صدی میں نباتیوں پر غلبہ پا لیا تھا۔ رومیوں کے تسلط نے یہودیوں کو اس پر مجبور کیا کہ وہ جزیرہ نما عرب کی طرف نکل جائیں اور اس طرح دور چلے جانے سے رومیوں کے غلبے سے بھی محفوظ رہیں تاہم ۷۰ء میں شہنشاہ طیطس نے یہودیوں کی اس بغاوت کو کچل کر رکھ دیا جو انھوں نے رومیوں کے خلاف کرنے کی کوششیں کی تھی۔ اس واقعے کے بعد یہودیوں کی نقل مکانی میں مزید تیزی پیدا ہوئی اور یوں ان یہودیوں کی کچھ تعداد یثرب میں آکر آباد ہو گئی۔ اس کے علاوہ یہودیوں کی ایک بڑی تعداد حجاز میں پہنچی۔ ۱۳۲ء اور ۱۳۵ء کے درمیان رومیوں کے خلاف ان کی ایک اور بغاوت ناکام ہو گئی۔ ان مختلف گرہوں نے مل کر مدینہ اور حجاز میں ایک قوم کی شکل اختیار کی۔" 12

یہودیوں کے معروف قبائل بنو نضیر اور بنو قریظہ یثرب میں آکر آباد ہو گئے۔ وہ یہاں اس لیے آباد ہوئے کہ ایک تو یثرب شہر کی زرخیز زمین نے انہیں اپنی طرف مائل کیا اور دوسری وجہ یثرب کا شام کی تجارتی شاہراہ پر واقع ہونا تھا۔ ان قبائل نے شہر کے مشرقی جانب حرہ واقم میں سکونت اختیار کی جو یثرب کا سب سے زرخیز علاقہ تھا۔ یہودیوں میں ایک اور قبیلہ بنو قینقاع تھا۔ جس کے بارے میں بھی اختلاف ہے کہ آیا یہ اصل میں یہودی تھے جو باہر سے حجاز آئے تھے، یا وہ عرب تھے، جنہوں نے یہودی مذہب اختیار کیا تھا۔ ان کے علاوہ یہودیوں کے اور بھی چھوٹے چھوٹے قبائل تھے، جیسے بنو عکرمہ، بنو محمر، بنو زعورا، بنو شطیبہ، بنو جشم، بنو معاویہ، بنو مرید، بنو قصیص اور بنو ثعلبہ۔

تاریخ اس بات کی بھی شاہد ہے کہ عربوں کے مضبوط ہونے سے پہلے مدینہ پر یہودیوں کو مکمل طور پر اقتصادی اور سیاسی غلبہ حاصل تھا۔ یہودیوں نے جہاں مدینہ پر اپنے گہرے اثرات مرتب کیے، وہاں مدینہ کے گرد و نواح میں بسنے والے متعدد عرب قبائل کو بھی متاثر کیا، یہود قلعہ بندی کا تصور شام سے اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔ اور اس طرح انہوں نے یثرب میں قلعے تعمیر کیے۔ ان قلعوں کی تعداد انسٹھ تھی۔ اس کے علاوہ یہود صنعت و زراعت کے میدان میں بھی خاص مہارت لے کر آئے تھے جن کی وجہ سے یثرب میں انگور، انار، کھجور اور مختلف قسم کی میووں اور غلوں کی کاشت نے بہت ترقی کی۔ انہی کی وجہ سے مرغ بانی اور مویشیوں کی افزائش پر خاص طور پر توجہ دی جانے لگی۔ اس طرح یہودیوں نے عرب قبائل کے جو اثرات قبول کیے، اس کے نتیجے میں ان میں بعض خصوصیات بھی پیدا ہوئیں۔ ان خصوصیات میں فیاضی، شاعری اور ہتھیاروں کا استعمال شامل ہیں۔ یہودیوں کے اندر قبائلی شعور اتنا نمایاں ہو گیا کہ وہ ایک مذہبی گروہ کے طور پر یک جانہ رہ سکے۔ حضور ﷺ کے زمانے میں انہیں جلاوطنی کا منہ دیکھنا پڑا، ان کے اندر قبائلی تصادم پایا جاتا تھا۔ ان یہودی قبائل کی اقتصادیات کا سارا دارو مدار سود پر تھا، اور سود کا چلن اس زمانے میں مکے کے تجارتی معاشرے میں بھی موجود تھا۔ بنو قینقاع اور دوسرے یہود میں عداوت چلی آتی تھی، بنو قینقاع بنو خزرج کے ساتھ یوم بعاث میں شریک تھے، بنو نضیر اور نبو قریظہ نے بنو قینقاع کا بڑی بے دردی سے خون بہایا تھا۔ مدینہ میں یہود کے قلعہ بند محلے آطام یا اطم کہلاتے تھے۔ یہود کی مادری زبان عبرانی تھی مگر حجاز آکر ان کی زبان رفتہ رفتہ عربی ہو گئی اور وہ اسی زبان میں روزمرہ کا کام کرتے تھے۔ عبرانی ان کی مذہبی اور علمی زبان تھی۔

مدنی معاشرہ: عدل، مساوات اور اخوت کا عملی مظہر:

خصوصیات مدنی معاشرہ:

مدنی معاشرے کی خصوصیات بیان کرنے سے پہلے اہالیانِ مدینہ کی ان عادات اور رسوم کو بیان کرتے ہیں جن پر وہ اسلام سے پہلے عمل پیرا تھے۔ اس کے بارے میں پروفیسر رفیع اللہ شہاب "اسلامی معاشرہ" میں لکھتے ہیں:

> "مدنی معاشرے میں خاندان کو بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ خاندان کی بنیاد اکثر اوقات شادی بیاہ ہی ہوتی۔ لیکن صرف مدینہ میں نہیں بلکہ پورے عرب میں ناجائز اولاد کو بھی جائز سمجھا جاتا تھا۔ بعض اوقات ایک ہی مرد کے جائز اور ناجائز اولاد ہوتی۔ جن کے درمیان کینہ پیدا ہو جاتا اور اس کی وجہ سے ساری عمران میں اختلاف بر قرار رہتا تھا۔ منہ بولی اولاد کو بھی حقیقی اولاد کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ لیکن خاندان میں سب سے زیادہ اہمیت بزرگ کو حاصل تھی وہ جو بھی فیصلہ کرتے ان کو بغیر کسی اونچ نیچ کے درست تسلیم

کیا جاتا تھا۔ اس معاشرے میں دوسرے ارد گرد کے معاشروں کی طرح عورت کو عزت کا مقام حاصل نہیں تھا۔ نکاح کی کوئی حد نہیں تھی، ان کے امراء جتنی عورتوں سے چاہتے شادی کرتے ان کے اکثر سردار ایسے ہوتے تھے۔ جن کی دس دس بیویاں ہوتی تھیں۔ بیوی کو خاندان میں کوئی خاص مرتبہ حاصل نہ تھا۔ یہاں تک کہ باپ کی وفات کے بعد اس کی بیویوں کو وراثت میں اس کے بیٹوں کے درمیان تقسیم کر دیا جاتا تھا۔"13ؔ

عرب کے دیگر علاقوں کی طرح مدینہ میں بھی غلامی کا عام رواج تھا۔ کمزور لوگوں اور غلاموں سے بہت برا سلوک کیا جا تا، اور انہیں وہ حقوق حاصل نہ تھے جو اعلیٰ طبقے کے لوگوں کو حاصل تھے۔ مدنی معاشرے میں لوگوں میں اخلاقی گراوٹ بھی بہت زیادہ تھی۔ دورِ جاہلیت میں مدینہ میں بچیوں کو بھی زندہ در گور کیا جاتا تھا اس معاشرے میں عورت کو کوئی مقام حاصل نہیں تھا۔ مختلف قبائل لڑکیوں کے وجود کو اپنے لیے شرمندگی سمجھتے تھے۔ قرآنِ مجید نے ان کی اس برائی کو یوں بیان کیا ہے:

"وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُ هُمْ بِالْاُ نْثٰی ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَكَظِيْم ''يَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِمَابُشِّرَ بِهٖ ط اَيُمْسِكُهٗ عَلٰی هُوْنٍ اَ مْ يَدُ سُّهٗ فِی التُّرَابِ اَ لَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۔"

ترجمہ: "اور جب خوش خبری ملے ان میں کسی کو بیٹی کی سارے دن رہے منہ اس کا سیاہ اور جی میں گھٹتا رہے، چھپتا پھرے لوگوں سے مارے برائی اس خوشخبری کے جو سنی، اس کو رہنے دے ذلت قبول کر کے یا اس کو داب دے مٹی میں سنتا ہے برا فیصلہ کرتے ہیں۔" 14ؔ

نکاح اور شادی کو تمام معاشروں میں نہایت اہم سمجھا جاتا ہے۔ مدنی معاشرہ میں عرب کے دیگر علاقوں کی طرح فحاشی کو برا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ بلکہ ایک عورت ایک ہی وقت میں کئی کئی مردوں سے شادیاں کرتی تھی۔ محمد ﷺ جب حق کے سا تھ مبعوث ہوئے تو آپ ؐ نے زمانہ جاہلیت کے تمام نکاحوں کو ختم کر دیا۔ بجز اس نکاح کے جو اسلامی معاشرے میں بھی جاری رہا۔

مختصر یہ کہ اسلام سے پہلے مدینہ میں کوئی دین نہیں تھا کہ جس سے ان کی رہنمائی ہوتی۔ تمام معاشرہ طبقات میں بٹا ہوا تھا ان میں جو طاقت ور تھے وہ کمزوروں کا استحصال کرتے تھے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے جب

مدینہ کی طرف ہجرت کی تو وہاں جس معاشرے کی بنیا د رکھی وہ معاشرہ ہر لحاظ سے ایک مکمل، منظم اور اسلامی معاشرہ تھا۔

جو معاشرہ رسول اللہ ﷺ نے قائم کیا تھا۔اس کی بنیاد ایمان اور اخلاق پر رکھی گئی تھی۔آپ ؐ کی حدیث کا مفہوم ہے کہ اخلاق ایمان کا لازمی حصہ ہے۔اس طرح ایمان اور اخلاق نے ہی اسلامی معاشرے کو دوسرے تمام معاشروں سے الگ کر دیا۔مدنی معاشرہ کی خصوصیات درجہ ذیل تھیں۔

i۔اللہ تعالیٰ کے حقوق:

اللہ تعالیٰ کے حقوق سے مراد عبادات کا وہ سلسلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اصلاح کے لیے مقرر کیا ہے۔ان میں عقائد ِ اسلام اور ارکان ِ اسلام سب آتے ہیں،اللہ کا ہر حکم ماننا اس کا حق ہے۔ہر رکن اور ہر عقیدے اور ہر حکم کی اپنی اپنی خصوصیت ہے صحابہ کرام تمام اراکین اور احکام پر پورا پورا عمل کرتے نتیجتہً مدینہ میں شفاف، صابر، مستحکم، ثابت قدم اور ایک دوسرے کا احساس کرنے والا معاشرہ وجود میں آیا۔اس کی بنیاد ہی محمد ﷺ نے ایسی ہی رکھی تھی جس میں ہر فرد احکام ِ الٰہی کی پابندی کا اہتمام کرتا تھا۔

ii۔انسانی مساوات:

اسلامی معاشرے کی ایک خصوصیت انسانی مساوات ہے۔اسلام یہ معاشرہ انسانوں کے کسی خاص گروہ کے لیے تشکیل نہیں دیتا۔بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ سارے انسان اس معاشرے کے افراد ہوں، اسلام نے انسانوں میں ہر قسم کے امتیازات کا خاتمہ کر دیا۔انسان چاہے اس کا تعلق جس رنگ و نسل سے ہو وہ اسلامی معاشرے کا حصہ بنتے ہی تمام انسانوں کے برابر سمجھا جاتا ہے۔جس وقت محمدِ مصطفیﷺ آئے تو اس وقت پوری دنیا میں غلامی کا وجود تھا، یہاں تک کہ عرب معاشرہ بھی اس سے خالی نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے ہمیشہ کے لیے غلامی کا خاتمہ کر دیا۔انسانی عظمت کا درس دیتے ہوئے قرآن ِ مجید نے غلاموں کے ساتھ حسن ِ سلوک کا حکم دیا۔اور تمام انسانوں کو برابر کے حقوق دیے انسانی مساوات کا درس نبی پاک ؐ نے اپنے خطبہ حجۃ الودع کے موقع پر دیا۔اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے بعد مسلمانوں کو کسی قیدی کو غلام بنانے سے منع کر دیا گیا۔اور عرب معاشرے میں جو غلام موجود تھے۔انہیں اسی معاشرہ کا حصہ بنانے کے لیے مختلف اقدامات کیے گیے۔قرآن مجید میں جہاں بھی ان غلاموں کا ذکر آیا، ان کے لیے ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا یعنی وہ جو غلام بنائے جا چکے ہیں اور اس کے لازمی نتیجے کے طور پر آئندہ کے لیے اس غیر انسانی رسم کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔اسلام کی تعلیمات نے انسان کی عظمت کو تسلیم کر کے دنیا کے تمام انسانوں کو غلامی سے نجات دلائی۔

iii۔سود کی ممانعت:

اسلامی معاشرے کی دوسری بڑی خصوصیت حلا ل کی کمائی ہے، حلال کی کمائی کے بارے میں پرو فیسر رفیع الدین شہاب صاحب نے اپنی کتاب "اسلامی معاشرہ" میں اس طرح لکھا ہے:

> "یعنی وہ کمائی جو انسان اپنی محنت سے جا ئز طریقوں سے حاصل کرے۔وہ کسی طرح بھی دوسروں کی کمائی میں حصہ دار بننے کی کو شش نہ کرے۔اس کی سب سے بڑی شکل ربو ا یعنی سود تھا۔سود میں انسان ظاہراً تو اپنے سرمائے سے کما تا ہے مگر حقیقت میں وہ دوسروں کی محنت کے پھل میں شریک ہو جا تا تھا۔اسلام نے اسے جرم عظیم قرار دے دیا۔"15؎

یہاں تک کہ قرآن پا ک میں سود کو اللہ اور اس کے رسول اللہ ؐ کے خلاف جنگ کر نے کے برابر قرا ر دیا۔اللہ تعالیٰ نے جائز طریقے سے روزی کمانے کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے ارشادِ ربانی ہے :

"اَحَلَّ اللہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ط۔"

ترجمہ: "حالانکہ اللہ نے حلال کیا ہے سوداگری کو اور حرام کیا ہے سود کو۔"16؎

جب سود کے احکام نازل ہو ئے تو رسول اللہ ﷺ نے سودی معاملات کی نشاندہی کے لیے خود منڈیوں اور کھیتوں میں تشریف لے گئے۔حدیث میں آتا ہے:

> ترجمہ: "آپ ؐ ایک دن کھیتوں میں تشریف لے گئے تھے تو ایک کھیت میں آپ ؐ کی ملاقات ایک صحابی حضرت رافع بن خدیج سے ہو ئی جو ایک کھیت کو پانی دے رہے تھے۔آپ ؐ نے اس سے کا روبا ر کے بارے میں تفصیلا ت دریافت فرمائیں۔حضرت رافع بن خدیج'؟نے آپ ؐ کو بتا یا کہ یہ زمین فلاں صحابی کی ہے اور وہ اس پر صرف کا شت کر رہے ہیں جب فصل تیار ہو گی تو آدھی مالک زمین کی ہو گی او ر آدھی ان کی۔یہ تفصیلات معلوم کرنے کے بعد آپ ؐ نے اسے سودی معاملہ قرار دیا۔"17؎

مختصر یہ کہ حلال کی کمائی کے سلسلے میں اسلام نے دوسروں کی کمائی میں بغیر محنت کے حصہ دار بن جانے کو حرام قرار دیا اور زمین کی بٹائی کا معاملہ بھی ایک ایسا معاملہ تھا، جسے رسول اللہ ﷺ نے ربوا قرار دے کر حرام قرار دیا۔

iv۔احساس ِ ذمہ داری:

مدنی معاشرے کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ تمام افراد معاشرہ میں احساس ِ ذمہ داری تھی۔اسلام نے مسلمانوں میں اجتماعی شعور پیدا کرنے کے لیے جو تعلیمات دیں۔ان میں سے ایک احساس ِ ذمہ داری تھی۔اس سلسلے میں ہر فرد کو یہ احساس دلا یا گیا کہ وہ جو غلط کام کرے گا۔اس کا نتیجہ صرف اسے ہی بھگتنا ہو گا۔کوئی بھی دوسرا اس کے گناہوں کے بوجھ کو نہیں اٹھائے گا۔اگر کوئی دوسرا فرد غلط کام کرے گا تو اپنے کام کا وہ خود ذمہ دار ہو گا۔آپ ؐ نے مسلمانوں کو اس لیے یہ احساس ِ دلایا کہ وہ اپنے آپ کو گناہوں سے بچائیں۔اس طرح رسول اللہ ﷺ نے مدنی معاشرے کو گناہوں سے پاک کیا۔کیوں کہ ہر شخص احساس ذمہ داری کی وجہ سے اپنی اصلاح خود کرتا۔فرد کی اصلاح، پورے معاشرے کے لیے نعمت ہے اور نبی پاک ؐ نے اپنے عمل سے مسلمانوں کی اصلاح کی۔جس کی وجہ سے ایک صاف معاشرہ قائم ہوا۔

v۔افرادِ معاشرہ میں میل جول:

محمد ﷺ نے افراد ِ معاشرہ کے ساتھ میل جول کی نہ صرف ترغیب دی بلکہ اس کے لیے ایک خوبصورت طریقہ بھی وضع کیا اور وہ یہ طریقہ کہ جب دو مسلمان آپس میں ملیں تو وہ ایک دوسرے کی سلامتی کی دعا کریں۔اس مقصد کے لیے آپ ؐ نے مسلمانوں کو آپس میں ملتے وقت "السلام علیکم" کہنے کا حکم دیا، ایک مسلمان جب اپنے منہ سے یہ الفاظ نکالے تو دوسرا اس کا جواب دے "وعلیکم السلام"، مراد یہ ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے کی زندگی کی سلامتی چاہتے ہیں۔اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دیا:

"اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْرُدُّوْهَا ط۔"

ترجمہ: "جب کوئی تمہاری زندگی کی سلامتی کی دعا کرے تو تم اسے اس سے بہتر دعا دو یا کم از کم ایسی دعا ضرور دو۔"18

صحابہ کرام ؓ ان الفاظ کو صرف منہ سے ادا نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے دل کی گہرائیوں سے دوسرے مسلمان بھائیوں کی سلامتی کے لیے دعا کرتے۔چنانچہ اس سے مسلمانوں کے درمیان میل جول بڑھا، محبت پیدا ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے درمیان میل جول کو اس حد تک اہمیت دی کہ اگر دو مسلمانوں کے درمیان کسی ناراضگی کی وجہ سے بول چال بند ہو جائے تو آپؐ نے تین روز سے زیادہ ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔اس بارے میں آپ ؐ کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ آپ ؐ نے مسلمانوں کو تلقین کی کہ کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کو چھوڑ دے۔

vi۔معاملات میں نرمی و ایثار:

مدنی معاشرے کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ خود صحابہ کرام ؓ کو اس بات کی تلقین کرتے کہ معاملات کو نرمی سے طے کریں اور سختی سے بچیں۔وہ ایک دوسرے کے لیے قربانی دیتے، اس معاشرے کا ہر فرد ایثار کا پیکر تھا، یعنیاس معاشرے کی غالب ترین اکثریت احسان کرنے والوں کی تھی اور ان کے بارے میں قرآن کریم کا یہی کہنا ہے کہ احسان کرنے والے اور ایثار کرنے والے بھی ایک دوسرے کی مدد کرنے والے اللہ تعالیٰ کے خاص خاص بندے ہیں،ڈاکٹر محمود احمد غازی نے اپنی کتاب "محاضرات شریعت" میں مسلم معاشرے کے ایثار و قربانی کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"مسلم معاشرے میں صحابہ کرام ؓ ہی شامل تھے جو اپنی مشکل کے باوجود، اپنی ضرورت و حاجت کے باوجود، اپنے مفاد کو قربان کر کے، اپنی ضروریات کو قربان کر کے دوسروں کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں اور خود تکلیف اٹھاتے ہیں، خود پریشانیوں کا سامنا کرتے ہیں، لیکن دوسروں کو پریشانیوں سے نجات دلاتے ہیں یہی درجہ ایثار کا ہے"19۔

اس معاشرہ میں لوگ ایک دوسرے سے نرمی اور میٹھے طریقے سے بات کرتے۔تو ان کے اس رویے سے کافر تو کیا پتھر بھی موم بن سکتے تھے۔آپ ؐ نے ان کی ایسی تربیت کی تھی کہ کبھی کسی لڑائی کی نوبت ہی نہ آتی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دعوت جیسے عظیم کام کے لیے بھی اس طریقہ کار کو لازمی قرار دیا، جب اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ ؑ اور حضرت ہارون ؑ کو فرعون جیسے ظالم بادشاہ کی طرف بھیجا۔تو انہیں تبلیغ کے یہ آداب سکھائے۔ارشاد ِ ربانی ہے:

"اِذْ هَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّہٗ طَغٰى۔فَقُوْلَا لَہٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّہٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى۔"

ترجمہ:"جاؤ طرف فرعون کی اس نے بہت سر اٹھایا، سو کہو اس (فرعون) سے نرم بات، ہو سکتا ہے کہ اس سے وہ نصیحت حاصل کرے یا اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔"20۔

اس آیت سے معلوم ہو تا ہے کہ معاشرے میں ایک دوسرے سے نرمی سے پیش آنا چاہیے اور اگر کبھی کسی بات پر اونچ نیچ ہو جائے تو برداشت کرنا چاہیے۔

vii۔عدل و انصاف:

اسلامی معاشرے میں عدل قائم کرنے کے لیے قرآن مجید میں یہ حکم نازل کیا گیا۔

"اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔"

ترجمہ۔اللہ تعالیٰ حکم کرتاہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا۔"21

عربی زبان میں لفظ احسان کا مادہ حسن ہے، جس کے معنی خوب صورتی کے ہیں۔مختصر یہ کہ اسلامی معاشرے کی یہ ذمہ داری ہے کہ افراد ِ معاشرہ میں نہ صرف یہ کہ عدل قائم کرے بلکہ دیکھنے والوں کو اس طرح کے طریق ِ کار میں خوب صورتی بھی نظر آئے، اسلامی معاشرے کے عدالتی نظام کو کامیابی سے چلانے کے لیے مسلمانوں میں تقویٰ کی صفت کو لازمی قرار دیاگیا اور اس تقویٰ کا تقاضا تھا کہ دوست اور دشمن دونوں کے درمیان عدل و انصاف سے کام لیا جائے۔مدنیمعاشرے میں تمام لوگوں کے ساتھ برابر کا عدل کیا جاتا تھا، کوئی اعلیٰ و ادنیٰ نہیں تھا سب برابر تھے۔آنحضرت ﷺ نہ صرف خود عدل قائم کرتے تھے بلکہ صحابہ کرام ؓکو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عدل کا حکم دیا کرتے تھے۔آپ ؐنے یہ حکم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنے کے لیے دیا۔اس بارے میں ارشاد ِ ربانی ہے:

"وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا ط اِعْدِلُوْا قف ھُوَاَ قْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔"

ترجمہ: "اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو عدل کرو،یہی بات زیادہ نزدیک ہے عدل سے۔" 22

تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو برائی سے بچائے اور جب اسلامی معاشرے کے افراد متقی بن جائیں تو پھر وہ دوسروں کے حقوق غصب کرنے کی بجائے ہر شخص اپنی نجات کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے کی وجہ سے ایک اچھے اسلامی معاشرے کی بنیاد رکھی گئی اور اس معاشرے میں ہر شخص اپنے آپ کو اسلامی قانون کے مطابق بنانے کی پوری پوری کوشش کرتا تھا اور ان کی یہ کوشش کسی لالچ کی بنیاد پر نہیں بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے تھی۔محمد ﷺ کے قائم کردہ معاشرے کی خاص بات انصاف اور خدا خوفی تھی۔مدینہ کے اسلامی معاشرے میں لوگوں کے درمیان جو تنازعات پیدا ہوتے تھے۔وہ انہیں بڑی خوش اسلوبی سے اور عدل سے حل کر لیتے

تھے۔وہ عدالت میں جانے کی بجائے کسی معاملے کے بارے میں شرعی حکم معلوم کرتے۔اگر کبھی دو فریقین کے درمیان تنازعہ پیدا ہو جاتا تھا، تو تنازعہ کے فریقین کا ذکر کیے بغیر شرعی حکم دریافت کیا جاتا اور جب اس بارے میں شریعت اسلامیہ کی تعلیمات معلوم ہو جاتیں تو فریقین ان پر خاموشی سے عمل کر لیتے تھے،کیوں کہ انہیں یہ یقین تھا کہ اس معاشرے میں سب برابر ہیں کوئی چھوٹا، بڑا نہیں، نہ اپنے اور غیر کا فرق تھا، اس طرح اس معاشرے کا ہر شخص عادل و متقی تھا۔کیوں کہ اس معاشرے میں رسول اللہ ﷺ میں ایک ہی وقت میں مختلف حیثیتیں جمع تھیں۔آپؐ معاشرے کے سربراہ بھی تھے،سپہ سالار بھی،اور ساتھ ہی قاضی اور مفتی کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔اس بابرکت دور میں تقویٰ کے غلبے کی وجہ سے صحابہ کرامؓ میں تنازعات کاوجود قریباً قریباً مفقود تھا۔تاہم جو دیہاتی عرب نئے نئے مسلمان ہوتے تھے۔ان کے درمیان تنازعات پیدا ہوتے رہتے تھے،چونکہ آپ ﷺ کے عمل نے امت مسلمہ کے ہر دور کے لیے نمونہ بننا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ نے ان تنازعات کے فیصلے کے لیے ایسے اصول مقرر کیے جو قیامت تک مسلمان قاضیوں کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔اس لیے کہ محمد ﷺ کے معاشرے میں عدل کی اولین بنیاد کتاب اللہ تھی، خود رسول اللہ ﷺ کسی معاملے کا فیصلہ کرتے وقت سب سے پہلے قرآن مجید کی طرف رجوع فرماتے تھے۔

viii۔سزاؤں کا مؤثر طریقہ:

محمد مصطفی ﷺ کے قائم کردہ اسلامی معاشرے میں جیل خانے نہیں تھے اور نہ ہی کوڑے مارنے کے لیے جلاد مقرر تھے عدالت شاذو نادر ہی کوئی سزا دیتی تھی، اس دور کی سب سے سخت اور مؤثر سزا قصور وار یا مجرم کا سماجی مقاطعہ تھا۔یہ سزا اتنی زیادہ مؤثر تھی کہ اس کے خدشے سے لوگ جائز کام بھی بڑی احتیاط سے کرتے تھے۔اور جرائم کی نوبت ہی نہیں آتی تھی۔یہ سزا اتنی کارآمد ہوتی کہ اس سے بہت سے جرائم کا قلع قمع ہو جاتا تھا۔آج بھی اسلامی معاشرے سے جرائم کو ختم کرنے کے لیے اس سزا کو مؤثر طریقے سے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ix۔فضول خرچی کی ممانعت:

فضول خرچی یہ ہے کہ انسان اپنی حیثیت اور ضرورت سے زیادہ خرچ کرے جب اسلام عرب میں آیا اس وقت عربوں کی فضول خرچی ضرب المثل بنی ہوئی تھی، اس لیے تمام مذاہب میں اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے، جس نے فضول خرچی کو روکا ہے اور انسان کو اپنی حد میں رہ کر خرچ کرنے کا حکم دیا ہے۔فضول خرچی کی عادت سے قومی سرمایہ بہت بری طرح برباد ہو کر فنا ہو جاتا ہے۔

اور اس سے قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، فضول خرچی عموماً فخر و غرور اور نمائش کے اظہار کے لیے کی جاتی ہے اور اس کے برے نتائج
سے ہر کوئی آگاہ ہے۔

اہلِ عرب جب جلسوں میں شراب پیتے اور جوا کھیلتے تو قمار بازی میں جو کچھ انہیں حاصل ہوتا تھا، نشے کی ترنگ میں وہ اسی وقت اسے لٹا دیتے تھے،جانور ملتے تو اسی وقت بلا وجہ انہیں ذبح کر دیتے تھے، بلکہ اپنی فیاضی کے اظہار کے لیے اونٹ پر اونٹ ذبح کرتے جاتے تھے۔قرآن مجید نے انہیں اس بجا فضول خرچی سے روکا اور اس بارے میں انہیں تاکید کی۔

”اٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ وَالْمِسْکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ط وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا۔“

ترجمہ:”اور دے دوقرابت داروں کو اس کا حق اور محتاج کو اور مسافر کو، اورمت اڑا بے جا،بے جا اڑانے والے بھائی ہیں شیطانوں کے، اور شیطان ہے اپنے پروردگار کا بڑا ہی ناشکرا۔“ 23ے

اس آیت کے آخری حصے میں یہ بات واضح ہے کہ فضول خرچی اللہ تعالیٰ کی ناشکری ہے۔رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو تعلیم دی کہ وہ فضول خرچی سے بچیں اور سادگی اختیار کریں، مگر اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ لوگ پھٹے پرانے کپڑوں میں گزر بسر کریں۔بلکہ مراد یہ تھا کہ ان کا لباس زیادہ قیمتی نہ ہو، سادہ زندگی بسر کریں، سادہ غذا کھائیں، اس بارے میں محمد ﷺ نے جو طرزِ زندگی اپنایا تھا وہ سادگی کا اعلیٰ نمونہ تھا۔آپ ﷺ نے ایک سادہ سے مکان میں ساری زندگی گزاری، جو ایک عام مسلمان کو میسر تھا۔اسی طرح آپ ﷺ نے ہمیشہ وہی لباس زیب تن کیا،جو عام مسلمان پہنتے تھے۔اگر کوئی فخر و ریا کے لیے قیمتی لباس پہنتا یا شاندار عمارت تعمیر کرتا تو آپ ﷺ ناپسند فرماتے تھے۔بعض احادیث میں تو یہاں تک آیا ہے کہ آپؐ نے ایسے لوگوں کا سماجی مقاطعہ کر دیا تھا، اس کی تائید میں امام ابو داؤد نے یہ حدیث روایت کی ہے :

”ایک دن رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے ایک گنبد نما مکان دیکھا۔آپ ﷺ نے دریافت کیا، یہ کیا ہے؟صحابی نے عرض کیا کہ یہ فلاں انصاری کا مکان ہے، اس پر آپؐ خاموش ہوگئے اور بات اپنے دل میں رکھی تاآنکہ وہ انصاری آپ ﷺ کے پاس آیا اور بھری مجلس میں آپ ﷺ کو سلام کیا۔

لیکن آپ ؐنے اسے نظر انداز کر دیا۔آپ ؐنے کئی بار ایسا کیا، یہاں تک کہ وہ انصاری بھانپ گیا کہ آپ ؐاس سے خفا ہیں۔اور قصداً اعراض فرما رہے ہیں۔اس نے صحابہ کرام ؓسے شکوہ کیا کہ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے رسول اللہ ﷺ خفا نظر آتے ہیں۔ صحابہ نے اسے بتایا کہ جب آپ ؐمدینہ منورہ سے باہر نکلے تھے۔ تو آپ ؐنے تیرا گنبد نما مکان دیکھا تھا۔یہ سن کر وہ آدمی لوٹ آیا اور گھر آکر اپنے گنبد نما مکان کو زمین کے برابر کر دیا، پھر رسول اللہ ﷺ ایک دن باہر تشریف لے گئے تو اسے نہ دیکھا، دریافت فرمایا تو لوگوں نے اس کے مالک کا حال بیان کیا، اس پر آپ ؐنے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ ہر عمارت اپنے مالک کے لیے وبال کا باعث ہو گی، بجز اس کے جو ناگزیر ہو۔"24

رسول اللہ ﷺ نے بے جا خرچ کرنے سے منع کیا وہاں آپ ؐنے بخل جیسی گندھی عادت سے بھی منع کیا، اس طرح اسراف اور بخل دونوں سے منع کرنے کے ساتھ ساتھ صحابہ کرام ؓکو میانہ روی کا حکم دیا کہ وہ زندگی کے ہر کام میں میانہ روی اختیار کریں۔مدنی معاشرہ ایسا مثالی معاشرہ تھا جہاں لوگ نہ تو فضول خرچی کرتے اور نہ بخل،بلکہ زندگی کے ہر معاملے میں میانہ روی اختیار کرتے تھے۔

حوالہ جات

1۔صفی الرحمن،مبارکپوری،مولانا:"الرحیق المختوم"، ص۸۱، لاہور، المکتبہ السلفیہ، ۵۹۹۱ع۔

2۔یہ ذوالحلیفہ کا دوسرا نام ہے یہ مدینہ منورہ کے جنوب میں مسجد ِنبوی شریف سے تقریبا ۹ کیلو میٹر کے فاصلہ پر صحراء ہے۔

www.google.com

3۔عبد الغنی، محمد الیاس، ڈاکٹر،مولانا: "تاریخ مدینہ منورہ"،ص ۸۵،لاہور، ڈیفنس سوسائٹی،۲۰۰۳ع۔

4۔مسجد ِنبوی شریف کے جنوب مغرب میں ۵۰۳میٹرکے فاصلہ پر واقع ہے نبی اسلام ﷺ آخری سالوں میں یہاں عیدکی نماز ادا فرماتے تھے،اسی لیے تاریخی کتب میں اس کا نام مسجد مصلیٰ(عید گاہ والی مسجد)ہے.اندازہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒنے یہ مسجد بنوائی۔موجودہ عمارات سلطان عبدالمجید ترکیؒ

کے زمانہ کی ہے۔خادم حرمین شرفین شاہ فہد کے زمانے میں اس کی ترمیم و تجدید کی گئی۔آج کل یہ مسجد غمامہ کے نام سے متعارف ہے۔قدیم تاریخی کتب میں یہ نام مذکور ہیں ہے۔

www.bestudruislamicbooks.wordpress.com

5۔یہ ایک سڑک ہے۔شارع عوالی کانام شارع علی مرتضیٰ ؓ ہے۔

www.alehnafislamicbooks.com

6۔عاقول کے بارے میں مولانامحمد الیاس عبد الغنی نے ص۱۲۴میں لکھا ہے کہ عاقول ایک وادی ہے۔یہ وادی اہالیان مدینہ کی اہم تفریح گاہ ہے،شارع مطار کے دوار سے ریاض روڈ پر تین کلو میٹر کے فاصلے پر دائیں طرف مڑیں تو مزید تین کلو میٹر کے فاصلے پر وادی عاقول اور ڈیم نظر آئے گا۔

7۔مولا نا صفی الرحمن مبا رکپو ری "تاریخ مدینہ منورہ"، ص۱۵۴،لاہور، غزنی سٹریٹ اردو بازار، سن ندارد۔

8۔محمد عبد المعبود،مولانا:"تاریخ مدینہ منورہ"،ص۷۵، لا ہور، مکتبہ رحمانیہ، سن ندارد۔

9۔مولا نا صفی الرحمن مبارک پو ری:"الرحیق المختوم"، ص۳۴۱،لاہور، المکتبہ السلفیہ، ۵۹۹۱ء۔

10۔نعمانی، شبلی، علامہ:"سیرۃ النبی ﷺ"،ج۱،ص ۰۸، لاہور،المیزان ناشران، ۳۱۰۲ء۔

11۔عبد الغفور، مولانا: "تاریخ مدینہ منورہ" ص۸۵، لا ہور، مکتبہ رحمانیہ،سن ندارد۔

12۔اکرم ضیاء العمری:"مدنی معاشرہ"،ص۷۲،اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۵۰۰۲ء۔

13۔"شہاب،رفیع اللہ،پروفیسر: "اسلامی معاشرہ" ،ص۳۲۔۳۳۔

14۔القرآن، نحل:۸۵۔۹۵

15۔رفیع الدین،شہاب،پروفیسر: "اسلامی معاشرہ" ،ص ۹۳۔

16۔القرآن،البَقَرَۃ،۲۷۵۔

17۔ابو داوٗد،سلیمان بن اشعث سجستانی، (مولف) مولانا خورشید حسن قاسمی (مترجم): "سنن ابی داوٗد"، ج سوم،ص ۳۵۵۔

18۔القرآن،النساء:۶۸

19۔ڈاکٹر محمود احمد غازی: "محاضرات شریعت" ،ص ۱۴۹۔

20۔القرآن، طٰہٰ:۳۴۔۴۴

21۔القرآن، نَحل:۹۰

22۔القرآن،المآئدۃ:۸۔

23۔القرآن، بَنِیۡ اِسۡرَآءِیۡل:۶۲۔۷۲۔

24۔ابو داؤد،سلیمان بن اشعث،امام، سجستانی، (مولئف) مولانا خورشید حسن قاسمی (مترجم): ”سنن ابی داؤد“ ،ج چہارم ،باب ماجاَ فی البناء،ص ۷۸۴۔